حسن اور اظہارِ حُسن کی صورتیں

عمارہ رشید
لیکچرار اُردو
یونیورسٹی آف ایجوکیشن، لاہور

BEAUTY AND WAYS OF ITS EXPRESSION

Ammara Rasheed
Lecturer in Urdu
University of Education, Lahore

Abstract

Beauty and its related issues are studied in Aesthetics. Since ancient times to modern day, there have come several ideas on aesthetics. Beauty is a complicated term and its pet definition is almost impossible. Usually everything is considered beautiful which enhance and generate gay feelings on a human being. Every era has its own impact and trends of beauty according to which the beauty is measured. Expression of beauty is mostly referred through two primary types: Beauty of nature and Beauty of art. However feministic beauty is also a universal expression of beauty so womanly beauty is the essential part of poetry, arts and other ways of expressing emotions. This article presents a brief overview of various expressions of beauty.

Keywords:

حسن، اظہارحسن ، جمالیات ، بام گارٹن، فلسفہ،تنقید،موضوع،معروض،
تاثریت، اظہاریت، فنونِ لطیفہ، عورت ، دیوی، شرنگاررس، فن، فن کار

حُسن کا مطالعہ جمالیات کے ذیل میں کیا جاتا ہے جب کہ جمالیات فلسفے کی شاخ ہے جسے اب الگ علم کی حیثیت حاصل ہے۔اس میں ہم حُسن اوراس کے متعلقات کا سائنسی مطالعہ کرتے ہیں۔جمالیات کا دائرہ وسیع بھی ہے اور پیچیدہ بھی۔قدیم یونان سے دورِ حاضر تک اس پر مختلف انداز سے بحثوں کا عمل جاری ہے جن کا تنوع اس کی پیچیدگی میں مزید اضافہ کا باعث ہے۔جب ہم سادہ لفظوں میں کہتے ہیں کہ فلاں شے حسین ہے تو اس کی تفہیم بآسانی ممکن ہے تاہم جب ہم بطور علم اسے پرکھنے کی کوشش کرتے ہیں کہ وہ شے کیوں حسین ہے؟ حُسن معروض میں ہے یا موضوع میں؟ تاثریت یا اظہاریت کے پیمانے کیا ہیں؟ حُسن خیر ہے یا خیر حُسن ہے؟ حُسن کو صداقت، سچائی اور مذہب سے کیا سروکار ہے؟ حُسن مادی ہے یا روحانی؟ مابعدالطبیعیاتی ہے یا ارضی؟ غرض یہ اوراس طرح کے کئی سوالات جمالیات کے دائرہ کار میں آتے ہیں جن کا تسلی بخش جواب نہایت مشکل ہے۔پروفیسر عتیق اللہ نے بھی اسی طرح کے دل چسپ سوالات کی ایک لمبی فہرست جمالیات کے کھاتے میں ڈالی ہے۔وہ لکھتے ہیں:

> ”حُسن یا فن کیا ہے؟ موسیقی، رقص، تصویر، ڈراما یا عورت میں حُسن ہے یا وہ محض داخلی اور ذہنی اشیا ہیں یا وہ کیف حُسن ہے جو ان اشیا کے ادراک سے حاصل ہوتا ہے۔حُسن کا زندگی میں کیا مقام ہے؟ خیر، صداقت، قوت، مسرت اور افادہ جیسی قدروں سے اسے کیا سروکار ہے؟ فن، فن کار میں پایا جاتا ہے یا تخلیق فن میں؟ کسی فن پارے میں حُسن کس طرح تشکیل پاتا ہے؟ اس کے وسائل اور اصول کیا ہیں؟ حُسن اور فن کے محاکے کی کسوٹی کیا ہے؟ یہ اور اس نوع کے بے شمار سوالات جمالیات کے دائرے میں آتے ہیں۔“(۱)

اگر دیکھا جائے تو درج بالا اقتباس میں پیش کردہ تمام سوالات وہ تمام نظریات ہیں جو افلاطون، ارسطو سے لے کر اب تک کے جمالیاتی مفکرین کے ہاں نظر آتے ہیں۔کچھ کے نزدیک حُسن کا منبع محور ذاتِ مطلق ہے تو کچھ اسے حقیقت پسند گردانتے ہیں۔ جب کہ کوئی اس کے معروضی اور کوئی موضوعی ہونے پر مصر ہیں، جب کہ کچھ کے نزدیک حُسن تناسب، توازن اور توافق کا نام ہے۔غرض یہ اوراس طرح کے دیگر سوالات انھی نظریات کی وسعت اور پیچیدگیوں کا نتیجہ ہیں۔

'Aesthetics' یونانی زبان کے لفظ 'Aisthetikos' سے ماخوذ ہے جسے فنونِ لطیفہ کے حُسن کے مطالعے کے طور پر استعمال کیا جاتا ہے۔۱۷۵۰ء میں جرمن مفکر بام گارٹن (Baumgartnen) نے اس اصطلاح کو خاص معنی عطا کیے اور اس سے مراد ایسا علم لیا جو مدرک بالحواس ہو۔احمد صدیق مجنوں (گورکھ پوری) 'تاریخ جمالیات' میں جمالیات یا Aesthetics کی تعریف ان الفاظ میں کرتے ہیں:

> ”جس انگریزی لفظ کے جواب میں یہ اُردو لفظ گڑھا گیا ہے اس کا یہ صحیح مرادف نہیں ہے۔

انگریزی زبان میں (Aesthetics)جمالیات سے کہیں زیادہ جامع اور بلیغ ہے۔
Aesthetics کےلغوی معنی ہراس چیز کے ہیں جس کا تعلق حس سے اور بالخصوص حس
لطیف سے ہو۔۔۔(Aesthetics) کا موضوع حُسن اور فنون لطیفہ ہے۔اول اول ہیگل
نے اس لفظ کو فلسفہ فنون لطیفہ کے معنوں میں استعمال کیا۔اسی رعایت سے عربی اور اُردو
میں اس کا ترجمہ'جمالیات' کیا گیا۔اوراب اس کو اُردو میں قبول کرلیا گیا ہے۔'جمالیات'
فلسفہ ہے حُسن اورفن کاری کا۔یہ تعریف بہت مختصراورمبہم ہے لیکن فی الحال ہم اسی پر اکتفا
کرتے ہیں۔۔۔"(۲)

غرض جمالیات حُسن کا سائنسی انداز میں مطالعہ کرتی ہے۔حُسن کی اصطلاح بھی جمالیات کی طرح پیچیدہ اورکثیر الجہت ہے اورماہرین مشرق ومغرب نے اپنے اپنے انداز میں حُسن کو سمجھنے کی کوشش کی ہے۔تاہم یہ بات بھی درست ہے کہ ہمارے لیے ہر وہ چیز حسین ہے جو ہماری دل چسپی کا باعث بنے اور ہمیں فرحت وطمانیت سے نوازے۔لیکن جب ہم گہرائی میں جاتے ہیں تو جمالیات کی طرح حُسن کے متعلق بھی مختلف طرح کے سوالات جنم لیتے ہیں یوں آج تک ماہرین اس کی کوئی جامع اور مانع تعریف نہیں کر سکے۔ریاض احمد حسن کی تعریف ان الفاظ میں کرتے ہیں:

"۔۔۔حُسن کی تعریف یوں کرنی پڑتی ہے کہ وہ ہر چیز جو احساس وجذبات کی تحریک کا
سامان بن سکتی ہے۔لیکن اس سے آگے بڑھ کر ہمیں کسی افادیت یا عملی اقدام تک نہیں لے
جاتی،وہ حسین ہے،لیکن یہ تعریف ظاہر ہے کہ نہ جامع ہے، نہ مانع۔۔۔" (۳)

جب کہ مرزا سلطان احمد اصل حُسن تناسبات اورموزونیت میں پاتے ہیں:

"۔۔۔جب حُسن کی صرف یہ تعریف کی جاتی ہے کہ وہ صرف سفید رنگت یا خوب صورت
نقوش یا موزوں قد وقامت کا نام ہے تو حُسن کی قیمت میں کمی کی جاتی ہے اورجنس حُسن پر
بٹہ لگایا جاتا ہے۔حُسن کی تعریف ارضی بدصورتی اورخوب صورتی سے وابستہ نہیں ہے۔حُسن
کی اصلی تعریف تناسبات کی خوبی،موزونیت،کشش اور جذبات ہیں۔بدصورت اشیا میں
بھی کبھی کبھی ایسے تناسبات پائے جاتے ہیں جو خوب صورت میں نہیں ہوتے۔ایک شے کو
بدصورت کہا جا سکتا ہے لیکن یہ نہیں کہا جا سکتا کہ اس میں حُسن نہیں ہے۔میری رائے میں
خوب صورتی اور حُسن میں فرق ہے۔ممکن ہے کہ کوئی چیز خوب صورت ہو اوراس میں بلحاظ
تناسبات حُسن نہ ہو اور ممکن ہے کہ کوئی شے بدصورت ہو اوراس میں حُسن اورکشش پائی
جائے۔" (۴)

حُسن کی موضوعی، معروضی، داخلی، خارجی اور مابعد الطبیعیاتی اور ارضی بحثوں کے علاوہ اس کے فلسفہ یا سائنس ہونے پر بھی بحث ملتی ہے۔ اصل میں حُسن کو سائنس اور فلسفہ دونوں سے سروکار ہے یعنی حُسن کا سائنسی اور فلسفیانہ مطالعہ ممکن ہے۔ فلسفی عموماً معقولات سے بحث کرتا ہے اور ایک جمالیاتی فلسفی یا نقاد بھی حُسن میں کمال کے تناسبات کو عقلی بنیادوں پر پرکھ کر حُسن کی پرتیں کھولتا ہے۔ جب کہ ایک سائنس دان قطعی بنیادوں پر مختلف اشیا کے اسباب و علل کو دریافت کرتا ہے۔ جمالیاتی ناقد بھی ایک سائنس دان کی سی قطعیت اور معروضیت اختیار کرتے ہوئے حُسن کے تناسبات کے اسباب کو جانچتا اور پرکھتا ہے اور پھر ان اسباب پر غور وفکر کر کے نتائج کا استخراج کرتا ہے۔ الغرض جمالیاتی تنقید کے زیر اثر ادب پارے کے حُسن کا سائنسی اور فلسفیانہ مطالعہ کیا جاتا ہے جس میں استقرائی اور استخراجی ہر دو انداز سے حُسن کے لوازمات کو جانچا، پرکھا جاتا ہے، لفظی و معنوی خوبیوں پر غور کیا جاتا ہے اور پھر حسی و عقلی، سائنسی و فلسفیانہ بنیادوں پر نتائج کا استخراج اور اقدار سازی کی جاتی ہے۔ بقول سلطان احمد:

> "حُسن کا ایک جداگانہ سائنس بھی ہے اور فلسفہ بھی ---عام فلسفہ کی موٹی تعریف محبت فراست یعنی Love of Wisdom ہے۔ حُسن کے فلسفہ کی تعریف محبت تناسبات یعنی Love of Proportion ہے۔ جو شخص اعلیٰ تناسبات اور کمال سے محبت رکھتا ہے وہ حُسن سے محبت رکھتا ہے اور ایسا شخص اِن معنوں میں فلسفی ہے---حُسن کا سائنس کیا ہے اس کے کمال کے موجبات اور اسباب کا معلوم کرنا اور ان میں جو جو نسبتیں بہ اُصول نسبت وحدت پائی جاتی ان پر غور کرنا اور ان کی تطبیق سے ان نتائج کا نکالنا جو مخفی ہیں۔" (۵)

حُسن کے معیار کے حوالے سے بات کی جائے تو یہ دیکھنے میں آیا ہے کہ ہر دور اور ہر تہذیب ایک مجموعی معیارِ حُسن رکھنے کے ساتھ اپنے انفرادی میلانات اور رجحانات بھی رکھتی ہے جو بطور خاص اس خاص تہذیب یا قوم کا معیارِ حُسن بھی قرار دیا جا سکتا ہے۔ مثلاً جاپانیوں کے ہاں چھوٹے پاؤں حُسن کی علامت سمجھے جاتے ہیں تو کچھ قومیں لمبی صراحی دار گردن کو حُسن قرار دیتی ہیں۔ کہا جا سکتا ہے کہ ہر قوم، مذہب اور نسل کے معیارِ حُسن میں اختلاف ہے۔ کچھ پیمانے ہیں جو ہر قوم نے اپنا رکھے ہیں جن پر حسین شے کو پرکھا جاتا ہے۔ عربی حُسن کے معیار پر فیض محمد کوکب کی رائے ملاحظہ ہو:

> "---اس میں تو اختلاف ہی نہیں کہ حُسن چہرے کے کسی قسم کے رنگ کا نام نہیں بلکہ حُسن نام ہے قد و قامت کے اعتدال، کھوپڑی کے استوا، چہرے اور دیگر اعضا کے اجزا کی مناسبت کا، تبسم کے شیریں ہونے اور آنکھوں کے ملیح ہونے کا، ابرو کی لطافت اور ہونٹوں کے پتلے ہونے کا، یہ جملہ صفات عرب میں کثرت سے پائے جاتے ہیں اور جب ان

صفات کے ساتھ سُرخی اور سبزی مائل چہرے کی سفیدی بھی ہو تو حُسن اپنے انتہائی کمال پر ہوگا۔"(۶)

یہ امر بھی دل چسپی سے خالی نہیں کہ اکثر اوقات ایک ہی تہذیب یا قوم کے معیارات حُسن بھی ایک قابل لحاظ مدت گزرنے کے بعد تبدیل ہو جاتے ہیں اور اگر بات صرف جسمانی حُسن یا مادی حُسن تک محدود ہو تو یہ تبدیلیاں مزید تیزی سے رونما ہوتی ہیں۔ حُسن کی تعریف اور معیار پر سلطان احمد لکھتے ہیں:

"حُسن بالاتر از معقولات است
عاقلاں کیف و کم تراشیدند

حُسن کی اگر جامع مانع تعریف کی جائے تو یہ ایک مشکل امر یا تکلیف دہ کوشش ہے۔ ہر قوم اور ہر ملک میں ایک جداگانہ تعریف اور جداگانہ حدِ حُسن بیان کی جاتی ہے۔ فنونِ لطیفہ کی بحث میں اور بھی اختلاف ہو جاتا ہے۔ جب صرف انسانی حُسن کی بحث کی جائے تو اس حالت میں حُسن کے معانی اور بھی محدود ہو جاتے ہیں اور یہ ماننا پڑتا ہے کہ انسانی حُسن کا معیار ایک نہیں ہے۔ انسانی حُسن کے معیار مقرر کرنے میں خیالات اور مذاق کو بہت کچھ دخل ہے اور کبھی کبھی یہ کہنا پڑتا ہے کہ حُسن اپنی اپنی پسند کا نام ہے۔"(۷)

حُسن کی تلون مزاجی پر مزید کئی دلائل اور تعریفات پیش کی جا سکتی ہیں۔ تاہم جس طرح ایک تہذیب دوسری تہذیب پر اثر انداز ہو کر اپنی اقدار اور اخلاقیات کے پیمانے منتقل کرتی ہے اسی طرح حُسن کے عمومی معیارات میں بھی بعض اوقات یکسانیت اور یک رنگی دیکھنے کو ملتی ہے جو کل سے جزو کی طرف سفر کرتے ہوئے اختلافات میں بٹ جاتی ہے۔ معیارِ حُسن کی اس بوقلمونی کے جواب میں ایک اور مکتبہ فکر کی مثال بھی پیش کی جا سکتی ہے جو حُسن کی آفاقیت کا قائل ہے۔ جس کے مطابق حُسن کے معیار اور پیمانے میں فرق صرف جنسی جذبے کے باعث آتا ہے۔ وہ حُسن جو جنسی ضرورت سے بالا ہو وہ زمان و مکان کی حدود و قیود سے آزاد اور ماورا ہوتا ہے۔ ایسا حُسن ہی آفاقی نوعیت کا حامل ہوتا ہے:

"یہ درست ہے کہ حُسن کا معیار زمانے اور مقام کے مطابق تبدیل ہوتا رہتا ہے۔ مثال کے طور پر مارلین منرو اور ایک افریقی وحشی کی محبوبہ کے حُسن کے معیار میں بہت اختلاف ہے لیکن یہ معیار ایک محدود نوعِ جمال پر ہی اطلاق پذیر ہوتے ہیں جس میں اس جنسی دل چسپی کا زیادہ حصہ ہے جسے مخصوص روایات کے باعث ایک خاص جذباتی معنویت حاصل ہو گئی ہے۔ جسمِ انسانی کے مختلف نقاط پر جنسی دل چسپی کا مرکز انفرادی اور غیر یقینی طور پر بدلتا رہتا ہے۔ لہٰذا ایسا معیارِ حُسن جو جنسی دل چسپیوں کے تلون پر منحصر ہو لازمی طور پر زمانے اور

مقام کے ساتھ تبدیل ہوتا رہے گا۔ ہوسکتا ہے کہ کوئی حسین شے ہماری جنسی دل چسپی کو بھی بیدار کرے لیکن یہ جنسی عنصر اس شے کی روحِ جمال کا درجہ حاصل نہیں کرسکتا۔ اس کے برعکس وہ دائم وقائم قسم کا حُسن جس کا اظہار ہم فن کے شاہکاروں میں پاتے ہیں زمانے کے تندوتیز سیلاب کو ایک مضبوط چٹان کی طرح پائے حقارت سے ٹھکراتا رہتا ہے۔ یہ وہ حُسن ہے جو بلاواسطہ یا بالواسطہ ہماری جنسی ضروریات کا محتاج نہیں بلکہ ہماری کلی حیات ذہنی کی نشوونما میں شریک ودخیل ہے۔'' (۸)

یہاں حُسن کی وجدانی حیثیت کے ساتھ ساتھ اس کی عقلی وذہنی اور معروضی حیثیت کو بھی اہمیت دی گئی ہے۔ غرض حُسن صرف موضوع میں ہو یا داخلی کیفیت کا نام ہو یہ ضروری نہیں بلکہ اس داخل کو خارج سے بھی سروکار ضروری ہے۔ لہٰذا حُسن کے معیار کو جانچنے کے لیے وجدان اور ذہن دونوں کا استعمال ضروری ہے تبھی حُسن کے حقیقی پیمانے مقرر کیے جاسکیں گے اور اسی صورت میں حُسن کا سائنسی اور معروضی مطالعہ ممکن ہو سکے گا۔ یوں جس دور یا قوم کا جو معیارِ حُسن ہو اس دور کی شاعری، ادب اور دیگر فنونِ لطیفہ میں محبوب یا حُسن کے وہی پیمانے روا رکھے جاتے ہیں اور ان کے ہاں جمالیات کی تعریف انھیں اجزا کی موجودگی سے ثابت کی جاتی ہے۔

حُسن کے اظہار کی کئی صورتیں ہیں تاہم انھیں بنیادی طور پر دو اقسام میں پیش کیا جا سکتا ہے۔ (ا) فطری حُسن (۲) فنونِ لطیفہ کا حُسن، فنونِ لطیفہ کا حُسن فطری حُسن سے بلند اور اعلیٰ درجے کا ہوتا ہے (گو اس کے اختلاف میں بھی کئی نظریات پیش کیے جاسکتے ہیں) کیوں کہ اس میں فطرت کی بدصورتی کو بھی اس تناسب اور توافق کے ساتھ فن میں ڈھالا جاتا ہے کہ اس حُسن ترتیب کو دیکھ کر بے اختیار دہن سے واہ نکل جائے۔ حُسن کی تقریباً تمام صورتیں انھیں دو صورتوں میں موجود ہوتی ہیں۔ تاہم حُسن کی ایک تیسری قسم کی طرف علی عباس جلالپوری نے اشارہ کیا ہے اور وہ ہے نسوانی یا عورت کا حُسن۔ نسوانی حُسن پر فنونِ لطیفہ بالخصوص شاعری اور مصوری میں بہت زیادہ توجہ مرکوز کی گئی ہے اور ان دونوں علوم نے اپنے اپنے انداز سے نسوانی حُسن کو اجاگر کر کے نئی معنویت پیدا کی ہے۔ اجنتا، الورا کے غاروں کی مورتیاں ہوں یا شاعری میں شرنگار رس جو خالص عورت ومرد کے عشق ومحبت کے جذبات کی ترجمانی کرتا ہے، کی ترجمانی یا یونان وہندوستان میں دیویوں اور اپسراؤں کی شاعری ومصوری میں تصویر کشی یہ سب نسوانی حُسن کی صورت گری کے دائرہ کار میں آتا ہے جس سے اپنی اپنی تہذیب قوم اور زمانے کے حساب سے معانی کشید کیے جاتے ہیں۔ عورت کو لطیف تخلیق مانا جاتا ہے لہٰذا اس کے ذریعے بہترین طریقے سے لطیف خیالات کی تصویر کشی ممکن ہے۔ کائنات میں جس قدر لطیف جذبے یا خوبیاں موجود ہیں ان سب کو عموماً تانیثی رنگ میں پیش کیا

جاتا ہے جب کہ ویرتا، شجاعت وبہادری سے متعلق خصائص کو مرد سے منسلک کیا جاتا ہے۔ادب میں حُسن اور شرنگاررس کے اظہار کے لیے عورت کا کردار نہایت اہم ہے یوں شاعری یا ادب میں عورت کے حُسن کے اظہار سے محبت کی کیفیت کو اجاگر کیا جاتا ہے۔عطاءاللہ کلیم کی رائے ملاحظہ ہو:

> ''۔۔۔اگر عورت نہ ہوتی تو آرٹ بے رنگ، شاعری بے کیف اور ادب پھیکا ہوتا۔کسی قوم کی تہذیب کا اندازہ اسی سے ہوسکتا ہے کہ اس کے ادب، فلسفہ اور سیاسیات میں عورت کی کیا حیثیت ہے۔آج جب سب دنیا کی آنکھیں یورپ پر جمی ہوئی ہیں اور تہذیب عالم کا انحصار یورپ کی سیاسی اور ادبی زندگی پر ہے،عورت کے متعلق مفکرین یورپ کے خیالات کا مطالعہ دل چسپی سے خالی نہیں ہوگا۔'' (۹)

عورت بلاشبہ ادب اور آرٹ میں حُسن کے اظہار کا سب سے بڑا موضوع رہی ہے تاہم اس کے باوجود جب ہم مختلف تہذیبوں کی تاریخ دیکھتے ہیں تو عورت کے مقام ومرتبے کے بارے میں حقائق جان کر ہمیں مایوسی ہوتی ہے۔بڑے بڑے فلسفیوں کے ہاں عورت کی کج فہمی، کم عقلی اور جہالت جیسے خیالات کا اظہار ملتا ہے۔یونان، روم، فرانس اور قبل از اسلام عرب کے ادب کا مطالعہ کیا جائے تو عورت کی انتہائی کم تر اور حقیر تصویر ہمارے سامنے آتی ہے جسے بآسانی شرطوں میں ہارا جا سکتا تھا اور جائیداد کی طرح اسے بھی بانٹنا جرم نہ تھا۔اسی طرح ایک عورت کئی مردوں کے تصرف میں آسکتی تھی، ان کی خرید وفروخت عام تھی، جنگ جیتنے کے بعد مفتوح قوم کی تمام عورتیں فاتح مردوں کے حصے میں آتی تھیں، باپ اپنی بیٹی کو نفسانی خواہشات پوری کرنے کے لیے استعمال کرسکتا تھا۔غرض اس طرح کی کئی مثالیں ہمیں کلاسیکی ادب میں ملتی ہیں۔عطاءاللہ کلیم یونان میں عورت کے بارے میں مجموعی رویے کی عکاسی ان الفاظ میں کرتے ہیں:

> ''۔۔۔اگر قدیم یونان کی معاشرتی زندگی پر نظر کی جائے تو سپارٹا کے سوا ہر شہر میں عورتیں ذلت کی زندگی بسر کرتی تھیں۔اس کا ثبوت اس وقت کی رزمیہ نظموں اور ڈراموں سے مل سکتا ہے۔عورتوں کی قربانی عام تھی۔جلسوں اور تماشا گاہوں میں عورتوں کا مضحکہ اڑایا جاتا تھا۔'' (۱۰)

افلاطون بھی یونانی ڈرامے میں عورت کی چیخ پکار سے نالاں نظر آتا ہے۔غرض بڑے بڑے فلسفیوں نے بھی قدیم ادب میں عورت کو اچھے الفاظ میں یاد نہیں کیا کیوں کہ اس دور کی تہذیب اور معاشرت میں عورت جانور کے درجے سے کچھ ہی بلند تھی۔یونان وروم کے زوال کے بعد بھی تب تک عورت کو قابلِ رحم حالت میں ہی دیکھا جا سکتا ہے جب تک نسوانی مکتبہ فکر کے تحت عورت نے آہستہ آہستہ اپنا مقام بحال نہیں کرلیا۔

تصویر کے اس رُخ کے بعد عورت کا ایک اور رُخ بھی ہمیں دورِ قدیم میں نظر آتا ہے اور وہ ہے عورت کا دیوی ہونے کا تصور۔مشرق و مغرب میں اس تصور کی تصویر کشی مصوری اور ادب میں کی گئی ہے۔ عورت کو جب مذہب کے تصور کے ساتھ جوڑ دیا گیا تو وہ کبھی ماں اور کبھی دیوی کے روپ میں مقدس ہستی کے طور پر سامنے آئی ۔قدیم یونان اور روما کی دیویوں کو وہاں کے بت کدوں میں دیکھا جا سکتا ہے ۔مثلاً ایفرودیت (Aphrodite) محبت' جنس یا حُسن کی دیوی، ریہہ (Rhea) زیوس کی ماں، ہیرا (Hera) زیوس کی بیوی اور بہن، ایتھنے (Athena) ذہانت کی دیوی، اخلیس (Achlys) موت کی دیوی، اسی طرح شکار کی دیوی، علم کی دیوی اور کئی دیگر مثالیں پیش کی جا سکتی ہیں ۔ جب یونان سے ہندوستان آئیں تو یہاں بھی پاربتی، لکشمی، کالی ماں، سیتا، بھارت ماتا، رادھا اور دیگر کئی دیویاں مل جائیں گی جو حُسن کے مرقع کے ساتھ ساتھ عورت کے مذہبی کردار کی صورت میں جلوہ افروز ہوتی ہیں ۔کہا جا سکتا ہے کہ حُسن اور عورت کا تصور باہم مربوط ہے ۔مذہب کی طرح ہر ادب میں بھی عورت کے حُسن کو مرکزی حیثیت حاصل رہی ہے ۔ اُردو شاعری (بالخصوص ہندی) رسوں کے اظہار پر مشتمل ہے جس میں بالخصوص شرنگار رس کا اظہار زیادہ ہے ۔اُردو شاعری کا عمومی موضوع حُسن وعشق اور عورت و مرد کے عشق و محبت سے بھر پور جذبات کا اظہار رہا ہے (جس پر ناقدین کی طرف سے کافی لے دے بھی ہوتی رہی ہے تاہم علامتی طور پر اس اظہارِ عشق و محبت اور ہجر و وصال سے بڑے بڑے فکری مسائل کی گتھی بھی سلجھائی جاتی رہی ہے) ریختی جیسی صنف براہ راست ادب میں عورت کے اظہار کی ایک شکل نظر آتی ہے یوں حُسن کے تصورات کے ساتھ عورت کے اظہار کا تصور جڑا ہے خواہ وہ فطرت کی تجسیم کی شکل میں ہو یا مجازی محبوب کی صورت میں ۔

مذہب کے بدلنے کے ساتھ ساتھ حُسن کے پیمانے اور مرقع بھی بدلتے جاتے ہیں ۔کبھی انسان فطرت کے حُسن میں پناہ ڈھونڈتا ہے تو کبھی حُسنِ ازل کی تلاش میں نکل کھڑا ہوتا ہے اور بسا اوقات یہی حُسنِ ازل اسے مجاز کو بطور رستہ اپنانے کی ترغیب دیتا ہے اور یوں مجاز و حقیقت کا سفر جاری و ساری رہتا ہے ۔آج بھی مجاز سے حق کی تلاش اور حقیقت سے مجاز کا سفر کسی نہ کسی شکل میں جاری ہے ۔اس سلسلے میں عطاءاللہ کلیم کی رائے ملاحظہ ہو:

> ''پہلے انسان فطرت کے حُسن سے متاثر ہوا، زمین و آسمان کی دل فریبیوں اور صبح و شام کی رنگینیوں نے اس کے دل پر ایسا اثر کیا کہ کائنات کی رعنائیوں پر دل و جان سے فریفتہ ہو گیا اور انھیں کو پوجنے لگا، پھر جب ان سطحی چیزوں سے نظر بلند ہوئی اور یہ محسوس ہوا کہ اس زمین کی تہہ میں اور آسمان کی نیلی چھت سے پرے بھی کوئی چیز ہو گی تو یہ جستجو ہوئی کہ عناصر کی چار دیواری سے نکل کر ذرا گلشن روح کی بھی سیر کریں، دنیا کے خیالات کو چھوڑ کر لوگ

جنت کے خوابوں سے دل بہلانے لگے، تمام دنیاوی تعلقات کو ترک کر کے کسی مذہبی پیشوا کی خدمت میں عمر بسر کرتے اور محبوب حقیقی کے حُسن لازوال سے بے خود ہو کر دُنیا سے منہ پھیر لیتے تھے، یہ دور بھی گزر گیا، دیوتاؤں کو بھولنے والے خدا کو بھی بھول گئے لیکن فطرت کا تقاضا اب بھی بدستور رہا، انسان کو اپنی زندگی میں ایک خلا نظر آیا اور ایک ایسے رفیق کی خواہش ہوئی جو اس خلا کو پُر کرے۔ حُسن اور عشق کو اپنی تکمیل کے لیے ایک دوسرے کی ضرورت محسوس ہوئی اور پایۂ کمال تک پہنچنے کی آرزو نے انھیں چین لینے نہ دیا۔"(۱۱)

الغرض حُسن پرستی انسان کی جبلت میں ہے۔ وہ کہیں بھی کوئی حسین شے دیکھتا ہے تو اس کی مدح سرائی میں محو ہو جاتا ہے۔ جس قدر عشاق اس دنیا سے گزرے ہیں وہ سب کسی نہ کسی حُسن کے سحر میں اسیر ہوئے ہیں۔ اسی حُسن کی طاقت کے بل پر انسان نے مختلف علوم وفنون میں ترقی کی ہے۔ فن موسیقی، فن تعمیر، خطاطی، شاعری، مصوری یہ سب حُسن کے اظہار کی صورتیں/ پیمانے ہیں جن میں وقت اور زمانے کے ساتھ ساتھ ترقی اور بہتری کے آثار پیدا ہوتے رہتے ہیں اور جس زمانے میں حُسن پرستی یا حُسن بینی میں کمی آجائے اس زمانے کی ترقی رُک جاتی ہے کیوں کہ حُسن ہی ایک ایسی تحریک ہے جو جملہ فنون لطیفہ کی روح کا کام کرتی ہے اور روح کے بغیر جسم بے کار ہے۔ انھی خیالات کا اظہار منظور حسین ماہر القادری ان الفاظ میں کرتے ہیں:

"انسان فطرتاً حُسن پرست واقع ہوا ہے یہ ایک ایسی ناقابل انکار حقیقت ہے جس کا کسی طرح بھی بطلان نہیں کیا جا سکتا۔ تمدن وتہذیب کے تمام فلک بوس محلوں کی تشکیل وتعمیر کی علت غائی انسان کا یہی جذبۂ حُسن پرستی ہے۔ اگر قدرت انسان کے دل کو حُسن پرستی کی سرمدی دولت سے مالا مال نہ کرتی تو پھر مدنیت وعمرانیت کے یہ نیم ربانی آثار جوان دنوں دنیا کے چپے چپے پر پائے جاتے ہیں، ان کا سرے سے وجود ہی نہ ہوتا۔ اور اگر خدانخواستہ انسان کے دل ودماغ سے 'حُسن پرستی' کا جذبہ فنا ہو جائے تو یقین جانیے دنیا کی ہر ہنگامہ آرائی پر عالم سکرات طاری ہو جائے۔ تمدن وتہذیب کا ہر فانوس گل ہو جائے اور نشو وارتقا کی بجائے 'رجعت قہقری' کا ایک ایسا سیلاب رونما ہو جو ترقیوں کی تمام کائنات کو بہا کر لے جائے۔ یہ شاعرانہ مبالغہ نہیں ہے، کسی افسانہ کا ٹکڑا نہیں ہے بلکہ حقائق وبصائر ہیں، اسرار ومعارف ہیں اور وہ چیزیں ہیں جو اپنے اندر صداقت ہی صداقت رکھتی ہیں۔"(۱۲)

☆☆☆☆☆

حوالے

(۱) عتیق اللہ۔مرتب؛ادبی اصطلاحات کی وضاحتی فرہنگ ۔جلداول ۔دہلی: اُردو مجلس،۱۹۹۵ء۔ص۸۹۔۹۰

(۲) احمد صدیق مجنوں ۔تاریخ جمالیات ۔علی گڑھ: انجمن ترقی اُردو ہند، بار دوم،۱۹۵۹ء۔ص۱۱۔۱۲

(۳) ریاض احمد۔تنقیدی مسائل ۔لاہور: پولیم پبلی کیشنز،طبع دوم،۱۹۹۱ء۔ص۸۰

(۴) مرزا سلطان احمد۔فنون لطیفہ ۔لاہور: یونین سٹیم پریس،۱۹۱۲ء۔ص۷۱۔۷۲

(۵) ایضاً۔ص۳۸

(۶) مولانا فیض محمد کوکب جوالاپوری ۔"معیارِ حُسن اور حُسنِ عرب"مشمولہ،ادبی دنیا،__لاہور: جولائی ۱۹۳۳ء۔جلد۸،شمارہ نمبر۴،ص۲۱۸

(۷) مرزا سلطان احمد۔فنون لطیفہ۔لاہور: یونین سٹیم پریس،۱۹۱۲ء۔ص۳۱۔۳۲

(۸) سید کرامت حسین جعفری۔"بحث ونظر: حُسن کیا ہے؟"مشمولہ،ادبی دنیا ،__لاہور: خاص نمبر، دور پنجم،شمارہ ہشتم،ص۲۱۵

(۹) عطاء اللہ کلیم۔"فلسفہ مغرب اور عورت"مشمولہ،ادبی دنیا،__لاہور: سالنامہ۱۹۳۳ء۔ص۵۲

(۱۰) ایضاً۔ص۵۳

(۱۱) عطاء اللہ کلیم۔"عورت اور آرٹ"مشمولہ،ادبی دنیا،__لاہور: سالانہ نمبر۱۹۳۵ء۔ص۳۳

(۱۲) منظور حسین ماہر القادری۔"موسیقی اور اس کے اثرات ،حُسن اور نغمے کا تجزیہ"مشمولہ،ادبی دنیا،__لاہور: اپریل ۱۹۳۴ء۔جلد۱۰،شمارہ نمبر۱۰،ص۱۳